

صدقہ فطر احکام و مسائل

مصنف

حضرت مولانا مفتی محمد شعیب اللہ خان صاحب مفتاحی

(بانی و مہتمم جامعہ اسلامیہ مسیح العلوم، بنگلور)

شعبۂ تحقیق و اشاعت

Jamia Islamia Maseehul Uloom, Bangalore

K.S. Halli, Post Kannur Village, Bidara Halli Hobli, Baglur Main Road, Bangalore - 562149

H.O # 84, Armstrong Road, Mohalla Baidwadi, Bharthi Nagar, Bangalore - 560 001

Mobile : 9916510036 / 9036701512 / 9036708149

فہرست صدقہ فطر — احکام و مسائل

2	صدقہ فطر احادیث میں
4	صدقہ فطر کا فقہی حکم
8	کیا صدقہ فطر کا حکم منسوخ ہے؟
8	صدقہ فطر کی وجہ تسمیہ
9	صدقہ فطر کی حکمت
11	صدقہ فطر اور صحابہ کے معمولات
13	فائدہ
13	صدقہ فطر کے وجوب و ادا کرنے کا وقت
15	صدقہ فطر کن لوگوں پر واجب ہے؟
15	صدقہ فطر مالدار مسلمان پر واجب ہے
18	نصاب کے بارے میں ایک وضاحت
18	نابالغ پر صدقہ کا مسئلہ
20	عورت کا صدقہ فطر
21	ایک مشہور غلط فہمی کا ازالہ
22	صدقہ فطر کی مقدار
24	گیہوں میں آدھا صاع کس نے مقرر کیا؟
27	صاحب حیثیت لوگ توجہ فرمائیں
28	صاع کی مقدار کی تحقیق
29	صدقہ فطر کی مقدار گرام کے حساب سے
30	صدقہ فطر کا مصرف
31	چند مسائل
32	صدقہ فطر بازار کے حساب سے لگائی جائے

صدقة فطر — احكام ومسائل

باسمہ تعالیٰ

صدقہ فطر — احکام و مسائل

اسلام میں مختلف قسم کے صدقات کا حکم دیا گیا ہے اور ان میں سے ایک صدقہ فطر بھی ہے جس کا عید الفطر کے مبارک و مسعود موقعہ پر دینا مشروع ہے۔ اس مختصر تحریر میں اسی تعلیم و حکم کے مختلف پہلو اور اس کے احکام و مسائل پر روشنی ڈالی جائے گی۔

صدقہ فطر اور قرآن کریم

صدقہ فطر اسلام کا ایک ایسا حکم ہے، جس سے شاید ہی کوئی ناواقف ہو، اس کی مشروعیت قرآن و حدیث سے ثابت ہے، قرآن کریم میں فرمایا گیا: ﴿قَدْ أَفْلَحَ مَنْ تَزَكَّى﴾ (وہ کامیاب ہو گیا جس نے زکوٰۃ دی) [الاعلیٰ]

اس آیت کی تفسیر میں متعدد اقوال مذکور و منقول ہیں: ان میں سے ایک یہ ہے کہ یہاں زکوٰۃ سے صدقہ فطر مراد ہے۔ امام بزار نے بطریق عمرو بن عوفؓ نبی کریم ﷺ سے حدیث نقل کی ہے کہ آپ نماز عید سے قبل صدقہ فطر کا حکم دیتے تھے اور دلیل میں اسی آیت کی تلاوت فرماتے تھے، حضرت ابن عمرؓ کے بارے میں منقول ہے کہ آپ عید میں جانے سے پہلے صدقہ فطر دیتے تھے اور اسی آیت کو دلیل میں پیش فرماتے۔ (۱)

(۱) الاکلیل فی استنباط التزیل: ۲۲۱

حضرت علی، حضرت ابوسعید خدری، حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہم کا یہی قول ہے، اور تابعین میں سے ابن سیرین، ابوالعالیہ، قتادہ، اور حضرت عطا کی یہی رائے ہے۔ (۱)

اس سے معلوم ہوا کہ اس آیت میں (ایک قول کے مطابق) ”تزکی“ کا مطلب ہے صدقۃ فطر ادا کرنا، معلوم ہوا کہ صدقۃ فطر کی مشروعیت قرآن مجید سے بھی ثابت ہے۔

صدقۃ فطر احادیث میں

اور احادیث تو اس سلسلہ میں بہت سی آئی ہیں، بطور نمونہ چند درج کرتا ہوں:

(۱) حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ: ”فَرَضَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ زَكَاةَ الْفِطْرِ صَاعًا مِنْ تَمْرٍ أَوْ صَاعًا مِنْ شَعِيرٍ عَلَى الْعَبْدِ وَالْحُرِّ وَالذَّكْرِ وَالْأُنْثَى وَالصَّغِيرِ وَالْكَبِيرِ مِنَ الْمُسْلِمِينَ“ (رسول اللہ ﷺ نے مسلمانوں میں سے ہر غلام و آزاد، مرد و عورت، بچے اور بوڑھے پر ایک صاع جو یا ایک صاع کھجور، صدقۃ فطر میں دینا فرض قرار دیا ہے)۔ (۲)

(۲) حضرت ابن عمر ہی سے روایت ہے کہ: ”أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ ﷺ أَمَرَ بِإِخْرَاجِ زَكَاةِ الْفِطْرِ أَنْ تُؤَدَّى قَبْلَ خُرُوجِ النَّاسِ إِلَى الصَّلَاةِ“ (رسول اللہ ﷺ نے ہمیں عید کی نماز کو نکلنے سے پہلے صدقۃ فطر ادا کرنے کا حکم فرمایا ہے)۔ (۳)

(۱) روح المعانی: ۱۲۶/۳، قرطبی: ۲۱/۲۰ (۲) بخاری: ۲۰۴۱، رقم: ۱۴۳۲، مسلم: ۳۱۷۱، رقم: ۹۸۴، ۹۸۶، ابوداؤد: ۱۶۱۱، نسائی: ۲۵۰۴، صحیح ابن خزیمہ: ۸۷/۴ وغیرہ (۳) بخاری: ۲۴۷۱، رقم: ۱۴۳۸، مسلم: ۳۱۸/۱، رقم: ۹۸۶، ابوداؤد: ۱۶۱۰، نسائی: ۲۵۲۱، احمد: ۱۵۴/۲

(۳) حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ نے اپنی بصرہ کے امارت کے دور میں، ایک بار رمضان کے اخیر ایام میں فرمایا کہ اپنے روزوں کی زکوٰۃ نکالو، یہ سن کر لوگ ایک دوسرے کو دیکھنے لگے (کہ یہ روزوں کی زکوٰۃ کیا ہوتی ہے) حضرت ابن عباس نے فرمایا کہ یہاں اہل مدینہ میں سے جو لوگ ہیں وہ کھڑے ہوں اور اپنے بھائیوں کو تعلیم دیں، یہ لوگ نہیں جانتے کہ یہ زکوٰۃ (صدقۃ فطر) اللہ کے رسول علیہ السلام نے ہر مرد و عورت اور آزاد و غلام پر ایک صاع جو یا کھجور یا آدھا صاع گیہوں فرض قرار دیا ہے۔ (۱)

(۴) حضرت ثعلبہ بن صعیرؓ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ خطبہ دیتے ہوئے کھڑے ہوئے اور صدقۃ فطر ایک صاع کھجور یا ایک صاع جو ہر ایک فرد کی جانب سے دینے کا حکم فرمایا، اس کے راوی علی نے اس میں یہ بھی کہا کہ ایک صاع گیہوں دو فرد کی جانب سے بڑے و بچے، آزاد و غلام کی جانب سے دینے کا حکم فرمایا۔ (۲)

(۵) حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ: ”فَرَضَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ صَدَقَةَ الْفِطْرِ صَاعًا مِنْ شَعِيرٍ، أَوْ صَاعًا مِنْ تَمْرٍ أَوْ صَاعًا مِنْ أَقِطٍ“ (ترجمہ: رسول اللہ ﷺ نے صدقۃ فطر میں ایک صاع جو یا ایک صاع کھجور یا ایک صاع پیڑ شروع کیا ہے) (۳)

ان احادیث سے واضح ہوتا ہے کہ حضرت نبی کریم ﷺ نے صدقۃ فطر کو ہر مسلمان پر لازم و ضروری قرار دیا ہے۔

صدقۃ فطر کا فقہی حکم

صدقۃ فطر کا فقہی حکم کیا ہے، اس کے بارے میں کتابوں میں وضاحت ہے

(۱) نسائی: ۳۳۷۱، رقم: ۲۵۰۸، ابوداؤد: ۲۲۹۱، رقم: ۱۶۲۲ (۲) ابوداؤد: ۱۶۲۰ (۳) نسائی: ۲۵۱۱

کہ جمہور علماء نے صدقۃ فطر کو لازم و ضروری قرار دیا ہے۔
علامہ ابن قدامہ حنبلی نے امام ابن المنذر کے حوالے سے لکھا ہے کہ انھوں
نے کہا کہ:

”أجمع كل من نحفظ عنه من أهل العلم على أن صدقة الفطر فرض،
وقال اسحاق : هو كالإجماع من أهل العلم ، وزعم ابن عبد البر: أن بعض
المتأخرين من أصحاب مالك و داود يقولون هي سنة مؤكدة ، وسائر
العلماء على أنها واجبة“ (اہل علم جن سے ہم نے علم کو محفوظ کیا ہے ان سب کا
اجماع ہے کہ صدقۃ فطر فرض ہے اور امام اسحاق نے کہا کہ یہ گویا اہل علم کا اجماع
ہے، اور ابن عبد البر نے گمان کیا ہے کہ امام مالک اور امام داؤد کے اصحاب میں سے
بعض متأخرین کہتے ہیں کہ یہ سنت مؤکدہ ہے اور دیگر تمام علماء اس بات پر قائم ہیں
کہ یہ واجب ہے) (۱)

اور مشہور شافعی امام علامہ نووی نے شرح مہذب میں کہا کہ:

” وزكاة الفطر واجبة عندنا و عند جماهير العلماء ، وحكى
صاحب البيان وغيره عن ابن اللبان من أصحابنا أنها سنة وليست
بواجبة ، وقال ابو حنيفة : هي واجبة و ليست بفريضة“ (صدقۃ فطر
ہمارے نزدیک اور جمہور علماء کے نزدیک واجب ہے، اور صاحب بیان وغیرہ نے
ہمارے اصحاب میں سے ابن اللبان سے نقل کیا ہے کہ صدقۃ فطر سنت مؤکدہ ہے
، واجب نہیں ہے اور ابو حنیفہ نے کہا کہ یہ واجب ہے اور فرض نہیں ہے) (۲)

اور علامہ ابن عبد البر مالکی نے فرمایا کہ:

”وذكر أبو التمام قال : قال مالك: زكاة الفطر واجبة ، وبه قال

(۱) المغنی: ۳۵۱/۲ (۲) المجموع شرح المہذب: ۸۵/۶

أهل العلم كلهم إلا بعض أهل العراق ، فإنه قال : سنة مؤكدة ، قال أبو عمر : اختلف المتأخرون من أصحاب مالك في هذه المسئلة ، فقال بعضهم : هي سنة مؤكدة ، وقال بعضهم : هي فرض واجب ، وممن ذهب إلى مذاهبتهم أصبغ بن الفرّج ، وكذلك اختلف أصحاب داود بن علي فيها أيضاً على قولين : أحدهما أنها فرض واجب والآخر أنها سنة مؤكدة ، وسائر العلماء على أنها واجبة“

(ابو التمام نے کہا کہ امام مالک نے فرمایا کہ صدقہ فطر واجب ہے اور یہی تمام اہل علم کا قول ہے، سوائے بعض اہل عراق کے کہ انھوں نے کہا کہ یہ سنت مؤکدہ ہے، ابو عمر کہتا ہے کہ امام مالک کے اصحاب میں سے متاخرین نے اس مسئلہ میں اختلاف کیا ہے، بعض نے کہا کہ یہ سنت مؤکدہ ہے اور بعض نے کہا کہ فرض واجب ہے، اور ان مذاہب کی طرف جو لوگ گئے ہیں ان میں سے اصبغ بن الفرّج بھی ہیں، اسی طرح اس میں داؤد بن علی کے اصحاب نے بھی دو قولوں پر اختلاف کیا ہے: ایک یہ کہ یہ فرض واجب ہے اور دوسرا یہ کہ سنت مؤکدہ ہے، لیکن دیگر تمام علماء اس بات پر ہیں کہ یہ واجب ہے) (۱)

اس سے معلوم ہوا کہ جمہور علماء کے نزدیک جن میں ائمہ اربعہ بھی ہیں، صدقہ فطر لازم و ضروری ہے۔ البتہ اس میں بحث کی گئی ہے کہ اس کا فقہی حکم کیا ہے؟ ائمہ ثلاثہ (امام شافعی، امام مالک، امام احمد رحمہم اللہ) اور جمہور علماء نے اس کو فرض قرار دیا ہے۔ نیز امام بخاری نے حضرت عطاء، حضرت ابن سیرین اور حضرت ابوالعالیہ سے بھی اس کی فرضیت نقل کی ہے، اور فتح الباری میں ابن حجر نے لکھا ہے کہ ابن منیر وغیرہ نے اس کی فرضیت پر اجماع نقل کیا ہے۔ (۲)

(۱) تمہید ابن عبد البر: ۳۲۳/۱۴ (۲) فتح الباری: ۳۶۷/۳

امام ابوحنیفہؒ کے نزدیک صدقۃ فطر واجب ہے، جیسا کہ فقہ حنفی کی کتب میں مصرح ہے، مگر ان دونوں اقوال میں حقیقت میں کوئی تعارض نہیں ہے؛ کیوں کہ عام طور پر واجب پر فرض کا اطلاق کر دیا جاتا ہے اور احناف اس سلسلہ میں احتیاط برتتے ہیں؛ کیوں کہ فرض وہ ہے جو دلیل قطعی سے ثابت ہو، اور جو دلیل ظنی سے ثابت ہو وہ واجب کہلاتا ہے، جبکہ وجوب کے آثار پائے جائیں۔ اور صدقۃ فطر کا ثبوت یا تو آیت سے ہے جو ثبوتاً تو قطعی ہے، مگر دلالت ظنی ہے، یا حدیث سے ہے جو دلالتاً تو قطعی ہے مگر ثبوتاً ظنی ہے۔ لہذا ایسی دلیل سے واجب ثابت ہوتا ہے۔

چنانچہ علامہ ابن نجیم نے اس کی وضاحت کرتے ہوئے فرمایا ہے کہ:
 ”صدقۃ فطر واجب ہے، اور اس سے مراد وہ وجوب ہے جو ہماری اصطلاح میں رائج ہے، اگرچہ کہ حدیث میں ”فَرَضَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ زَكَاةَ الْفِطْرِ“ کے الفاظ وارد ہوئے ہیں؛ کیونکہ اس کے معنی یہ ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے وجوبی حکم دیا، اور جو حکم دلیل ظنی سے ثابت ہو وہ صرف وجوب کا فائدہ دیتا ہے۔ (۱)
 اور امام نووی نے بھی اس کا ذکر کیا ہے، وہ کہتے ہیں کہ:

”وقال أبو حنيفة: هي واجبة وليست بفريضة بناءً على أصله أنَّ الواجب ما ثبتَ بدليل ظني، والفرض ما ثبتَ بدليل مقطوع، ومذهبنا أنه لا فرق وتسمى واجبة وفرضاً“ (اور امام ابوحنیفہؒ نے کہا کہ یہ صدقۃ فطر واجب ہے، فرض نہیں، ان کے اس اصول کی بنا پر کہ واجب وہ ہے جو دلیل ظنی سے ثابت ہو اور فرض وہ ہے جو دلیل قطعی سے ثابت ہو، مگر ہمارے یعنی شوافع کے نزدیک دونوں میں کوئی فرق نہیں، اور اس کو واجب و فرض دونوں نام رکھے جاتے ہیں) (۲)

اس سے معلوم ہوا کہ یہ صرف لفظی اختلاف ہے، حقیقت میں کوئی اختلاف نہیں، سب کے نزدیک صدقہ فطر لازم و ضروری ہے خواہ اس کا نام آپ واجب رکھے یا فرض کے نام سے یاد کیجئے۔

کیا صدقہ فطر کا حکم منسوخ ہے؟

بعض علماء کا یہ خیال ہے کہ صدقہ فطر کا وجوب منسوخ ہو گیا۔ ابراہیم بن علیہ اور ابو بکر بن کیسان کا یہی قول ہے، ان حضرات نے قیس بن سعد بن عبادۃ کی حدیث سے استدلال کیا ہے، وہ حدیث یہ ہے کہ حضرت قیس بن سعد نے کہا کہ رسول اللہ ﷺ نے ہمیں زکوٰۃ کا حکم نازل ہونے سے پہلے صدقہ فطر کا حکم دیا تھا، جب زکوٰۃ کا حکم نازل ہو گیا تو ہمیں نہ اس کا حکم دیا اور نہ ہم کو اس سے منع کیا اور ہم اس کو ادا کرتے رہے۔ (۱)

مگر اس استدلال کو ابن حجر علیہ الرحمہ نے یہ کہہ کر رد کر دیا ہے کہ اولاً تو اس حدیث کی سند میں ایک راوی مجہول ہے۔ ثانیاً اگر حدیث صحیح بھی ہو تو اس سے صرف یہ معلوم ہوا کہ حکم زکوٰۃ کے نزول کے بعد صدقہ فطر کا دوبارہ حکم نہیں دیا، اور ہو سکتا ہے کہ پہلے جو حکم دیدیا تھا اسی پر اکتفا فرمایا ہو؛ کیوں کہ ایک فرض کا حکم نازل ہونے سے، دوسرا فرض ساقط نہیں ہو جاتا۔ (۲)

لہذا یہ کہنا صحیح نہیں کہ صدقہ فطر کا حکم منسوخ ہو گیا، لہذا چاہیں تو دیں، چاہیں تو نہ دیں۔ نہیں بلکہ یہ واجب ہے ضرور ادا کرنا چاہئے۔

صدقہ فطر کی وجہ تسمیہ:

صدقہ فطر کی وجہ تسمیہ کیا ہے؟ اس میں دو قول ہیں: ایک یہ ہے کہ یہ صدقہ

(۱) نسائی: ۳۳۷/۱، رقم: ۲۵۹۷ (۲) فتح الباری: ۳/۳۶۸

چونکہ رمضان کے اختتام پر عید الفطر کے دن مشروع ہے، اس لئے اس کو صدقۃ فطر کہا جاتا ہے۔ فطر کے معنی افطار کرنے کے ہیں اور رمضان کے ختم پر روزوں کا سلسلہ ختم ہو جاتا ہے، اس لئے رمضان کی عید کو عید الفطر اور اس صدقہ کو صدقۃ فطر کہا جاتا ہے۔ دوسرا قول یہ ہے کہ فطر کے معنی ”خلقت و بناوٹ“ کے ہیں جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ: **فِطْرَةَ اللَّهِ الَّتِي فَطَرَ النَّاسَ عَلَيْهَا** (اللہ کی بناوٹ جس پر کہ اللہ نے انسانوں کو پیدا کیا ہے) پس اسی سے صدقۃ فطر کو صدقۃ فطر کہتے ہیں؛ کیونکہ یہ صدقہ دراصل اپنی ذات و نفس کا صدقہ ہے جسے اللہ نے پیدا کیا ہے، جس طرح زکاۃ مال کا صدقہ ہے، یہ جان کا صدقہ ہے جس سے آپ کا تزکیہ کیا جاتا ہے۔^(۱)

صدقۃ فطر کی حکمت

صدقۃ فطر کس وجہ سے مشروع ہوا؟ اس کے بارے میں حدیث میں وضاحت فرمائی گئی ہے۔ حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ:

”**فَرَضَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ زَكَاةَ الْفِطْرِ طُهْرَةً لِلصَّائِمِ.....** فِي رَوَايَةِ الْبَيْهَقِيِّ: طَهْرَةً لِلصَّيَامِ—مِنَ اللَّغْوِ وَالرَّفَثِ وَطُعْمَةً لِلْمَسَاكِينِ“

(رسول اللہ ﷺ نے روزہ دار کو فضول و لغو باتوں اور فحش کاموں کے اثرات سے پاک کرنے اور محتاجوں کے کھانے کا بندوبست کرنے کے لیے صدقۃ فطر فرض فرمایا ہے)۔^(۲)

اور دارقطنی نے اس کو عبداللہ بن عباس سے مرفوعاً بھی روایت کیا ہے، وہ کہتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ: ”**زَكَاةُ الْفِطْرِ طُهْرَةٌ لِلصَّائِمِ مِنَ**

(۱) المغنی لابن قدامہ: ۳۵۱/۲، مغنی المحتاج: ۴۰۱/۱ (۲) ابوداؤد: ۲۲۷۱، رقم: ۱۶۰۹، ابن ماجہ:

۱۸۲۷، شعب الایمان: ۱۶۲/۳ (۳) دارقطنی: ۱۳۸/۲

اللَّغْوِ وَالرَّفَثِ وَ طُعْمَةً لِّلْمَسَاكِينِ“ (صدقہ فطر روزہ دار کے لئے فضول و لغو باتوں اور نخش کاموں کے اثرات سے پاکی ہے اور محتاجوں کے کھانے کا ایک ذریعہ ہے) (۱)

اس حدیث میں صدقہ فطر کی مشروعیت کی دو حکمتیں بتائی گئی ہیں: ایک یہ کہ روزوں کو فضول و لغو باتوں اور نخش کاموں کے اثرات سے پاک کرنا۔ یہ اس لیے کہ عام طور پر ہم جو روزے رکھتے ہیں اس میں زبان سے لغو و فضول اور خلاف شرع باتیں صادر ہو جاتی ہیں، جس سے روزہ غلط طور پر متاثر ہوتا ہے اور اس کی برکات ختم ہو جاتی ہیں، اسی طرح دیگر اعضاء و جوارح سے گناہ و خطا کا صدور ہوتا رہتا ہے جس کی بنا پر روزہ خراب ہو جاتا ہے، لہذا صدقہ فطر واجب کیا گیا کہ صدقہ فطر ان گناہوں کے اثرات کو دھو کر روزوں کو پاک و صاف بنا دیتا ہے۔

دوسری حکمت یہ ہے کہ غریب و مسکین لوگوں کے کھانے کا بندوبست کیا جائے عید کا دن اہل اسلام کی خوشی کا دن ہے، اس عظیم خوشی کے دن اپنے رشتہ داروں، دوست و احباب اور پڑوسیوں میں جو لوگ محتاج و بے کس ہوں ان کو بھی اپنی خوشی میں شامل کرنا بلکہ ان کو بھی خوشی منانے کا موقع فراہم کرنا ضروری بھی ہے اور فطرت انسانی کا تقاضا بھی، لہذا حکم دیا گیا کہ عید سے پہلے صدقہ فطر مساکین کو دیدیا جائے تاکہ وہ بھی عید کے دن کچھ خوشی کا سامان کر سکیں اور سب کے ساتھ عید منائیں۔

اس سے معلوم ہوا کہ اسلام کی تعلیمات کس قدر حکیمانہ ہوتی ہیں اور اس کے ایک ایک حکم میں کئی کئی حکمتیں و مصلحتیں پوشیدہ ہوتی ہیں، دیکھئے صدقہ فطر سے ایک طرف روزوں میں ہونے والی لغویات و فضولیات اور غلط حرکات کا تدارک کیا

جار ہا ہے تو دوسری طرف محتاجوں اور بے کسوں کی عید کا سامان بھی کیا جا رہا ہے، تاکہ وہ بھی اپنے اہل و عیال کے ساتھ شریک عید و خوشی ہو جائیں۔

صدقہ فطر اور صحابہ کے معمولات

صدقہ فطر کے سلسلہ میں صحابہ کا معمول بھی احادیث میں منقول ہے:

(۱) حضرت ابوسعید خدریؓ فرماتے ہیں کہ ہم حضور ﷺ کے زمانے میں صدقہ فطر کھانے (یعنی گیہوں) میں سے ایک صاع، جو میں سے ایک صاع، کھجور میں سے ایک صاع، پنیر میں سے ایک صاع اور خشک انگور (کشمش) میں سے ایک صاع دیتے تھے۔ (۱)

(۲) حضرت ابوسعیدؓ ہی فرماتے ہیں کہ ہم رسول اللہ ﷺ کے عہد میں صرف کھجور، جو اور پنیر میں سے ایک ایک صاع، صدقہ فطر میں نکالتے تھے۔ (۲)

(۳) حضرت عبداللہ بن عمرؓ فرماتے ہیں کہ آنحضرت ﷺ کے دور میں لوگ صدقہ فطر میں جو، یا کھجور یا خشک انگور میں سے ایک صاع نکالتے تھے۔ (۳)

(۴) حضرت اسماء بنت ابی بکر رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ ہم اللہ کے نبی علیہ السلام کے دور میں صدقہ فطر میں دو مد گیہوں دیا کرتے تھے۔ (۴)

(۵) حضرت اسماء رضی اللہ عنہا اپنے گھر والوں میں سے آزاد و غلام سب کی طرف سے دو مد گیہوں یا ایک صاع کھجور اس مد سے نکالتی تھیں جس سے لوگ معاملہ کرتے تھے۔ (۵)

(۱) بخاری: ۲۰۴۱، رقم: ۱۳۳۵، مسلم: ۳۱۸۱، رقم: ۹۷۵، نسائی: ۳۴۷۱، رقم: ۲۵۱۸، ابوداؤد: ۲۲۸۱، رقم: ۱۶۱۸، طحاوی: ۶۶۸۱، ترمذی: ۱۴۶۱، رقم: ۶۷۳، مسند حمیدی: ۳۲۷۲، طحاوی: ۲۶۸۱ وغیرہ (۳) نسائی: ۳۴۸۱، رقم: ۲۵۱۶، ابوداؤد: ۲۲۷۱، رقم: ۱۶۱۴ (۴) طحاوی: ۲۶۹۱ (۵) طحاوی: ۲۶۹۱

- (۶) حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ صدقہ فطر اپنے گھر کے لوگوں میں سے چھوٹے اور بڑے، آزاد اور غلام سب کی طرف سے دیتے تھے۔ (۱)
- (۷) حضرت سالم بن عبداللہ فرماتے ہیں کہ حضرت عبداللہ بن عمر اپنے مکاتب غلاموں کی طرف سے بھی صدقہ فطر نکالتے تھے۔ (۲)
- فائدہ:** مکاتب وہ غلام ہے جس کو آقا نے ایک مقررہ رقم ادا کرنے پر آزاد کرنے کہہ دیا ہو، مثلاً اگر ایک ہزار روپے دیدے تو آزاد وغیرہ۔
- (۸) حضرت عبداللہ بن عمر صدقہ فطر میں کھجور دیا کرتے تھے، ایک دفعہ مدینہ والوں کو اس کی سخت حاجت پڑ گئی تو اس سال جو دیئے۔ (۳)
- (۹) حضرات صحابہ رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین عید الفطر سے ایک یا دو دن پہلے ہی صدقہ فطر دے دیا کرتے تھے۔ (۴)
- (۱۰) حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ عید سے دو یا تین دن پہلے صدقہ فطر ان لوگوں کے پاس جمع فرمادیتے جو صدقہ فطر جمع کرتے تھے۔ (۵)
- ان روایات سے صدقہ فطر کے بارے میں حضرات صحابہ کے معمولات کا علم ہوتا ہے، جن کا خلاصہ درج ذیل نمبرات میں ملے گا:
- (۱) عام طور پر صدقہ فطر ان چیزوں سے دیا جاتا تھا: کھجور، جو، پنیر، خشک انگور یعنی کشمش، اور ان میں سے بھی بعض صحابہ جیسے عبداللہ بن عمر عام طور پر کھجور دیا کرتے تھے۔
- (۲) اور یہ چیزیں ایک صاع دی جاتی تھیں۔ (صاع کی مقدار آگے آرہی ہے)

(۱) مسند حمیدی: ۴/۲۶۸ (۲) جامع المسانید: ۱/۴۶۸ (۳) بخاری: ۲۰۵۱، رقم: ۱۴۳۰، موطا مالک: ۱۲۴، ابوداؤد: ۲۲۸، رقم: ۱۶۱۵، احمد: ۵/۲ (۴) بخاری: ۲۰۵۱، رقم: ۱۴۳۰ (۵) موطا مالک: ۱۲۴

- (۳) گیہوں میں سے دو مُد دیا کرتے تھے۔ (دو مُد آدھا صاع ہوتے ہیں)
- (۴) اپنی طرف سے اور اپنے گھر کے دیگر آزاد و غلام، بڑے چھوٹے افراد کی طرف سے بھی نکالتے تھے یعنی جن کا نفقہ اپنے ذمہ ہوتا، ان کا صدقہ فطر ادا کرتے اور جن کا نفقہ ذمہ نہ ہوتا ان کو ترغیب دے کر ان کی طرف سے نکالتے تھے۔
- (۵) عید سے ایک دو دن پہلے ہی نکال دیتے اور امیر المومنین کی طرف سے مقررہ افراد کے پاس جمع کر دیتے تھے۔

صدقہ فطر کے وجوب و ادا کرنے کا وقت

صدقہ فطر کب واجب ہوتا ہے اور اس کو کب تک ادا کیا جائے؟ جہاں تک پہلے مسئلہ کا تعلق ہے تو فقہاء نے لکھا ہے کہ صدقہ فطر عید الفطر کی صبح صادق پر واجب ہوتا ہے، لہذا جو شخص اس وقت موجود ہے اس پر واجب ہو جائے گا۔ لہذا جس کی موت عید کے دن صبح صادق سے پہلے ہو گئی اس پر یہ صدقہ واجب نہیں، اور جس کی موت صبح صادق کے بعد ہوئی اس پر واجب ہوگا، اسی طرح جو بچہ اس وقت سے پہلے پیدا ہوا اس کا صدقہ فطر باپ دیگا، اور جو بچہ اس وقت کے بعد پیدا ہوا اس کا صدقہ فطر واجب نہیں، نیز جو شخص صبح صادق سے پہلے ایمان لایا اس پر یہ واجب ہو جائے گا اور جو اس وقت کے بعد ایمان لایا اس پر واجب نہ ہوگا، اسی طرح جو فقیر آدمی صبح صادق سے پہلے مالدار ہو گیا اس پر یہ واجب ہے اور جو اس وقت کے بعد مالدار ہوا اس پر واجب نہیں۔ (۱)

اور ہاں دوسرا مسئلہ کہ کب ادا کیا جائے؟ تو معلوم ہونا چاہئے کہ اس کا وقت تو وہ ہے جس کا ذکر حدیث میں گزرا ہے کہ : وَأَمَرَ بِهَا أَنْ تُؤَدَّى قَبْلَ خُرُوجِ

(۱) المیسوط: ۱۰۸/۳، الدر المختار مع الشامی: ۳۶۷/۲، تحفۃ الفقہاء: ۳۳۹/۱

النَّاسِ إِلَى الصَّلَاةِ“ (رسول اللہ ﷺ نے حکم دیا کہ اس کو لوگوں کے عید کے لئے نکلنے سے پہلے ادا کیا جائے) لہذا صدقہ فطر عید کی نماز کو جانے سے پہلے ادا کر دینا چاہئے۔

نیز ایک حدیث میں بروایت حضرت ابن عباسؓ آیا ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ: ”فَرَضَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ زَكَاةَ الْفِطْرِ طَهْرَةً لِلصَّائِمِ --- فِي رَوَايَةِ الْبَيْهَقِيِّ: طَهْرَةً لِلصَّيَامِ---- مِنَ اللَّغْوِ وَالرَّفَثِ وَ طُعْمَةً لِلْمَسَاكِينِ، وَ مَنْ أَدَّاهَا قَبْلَ الصَّلَاةِ فَهِيَ صَدَقَةٌ مَقْبُولَةٌ، وَ مَنْ أَدَّاهَا بَعْدَ الصَّلَاةِ فَهِيَ صَدَقَةٌ مِنَ الصَّدَقَاتِ“ (رسول اللہ ﷺ نے روزہ دار کو فضول و لغو باتوں اور فحش کاموں کے اثرات سے پاک کرنے اور محتاجوں کے کھانے کا بندوبست کرنے کے لیے صدقہ فطر فرض فرمایا ہے، اور جس نے عید گاہ جانے سے پہلے اس کو ادا کیا وہ اس کے لیے مقبول صدقہ ہے اور جس نے نماز کے بعد میں ادا کیا تو وہ عام صدقات میں سے ایک صدقہ ہے)۔ (۱)

اس سے بھی معلوم ہوا کہ عید گاہ جانے سے پہلے ادا کر دینا چاہئے، اور بہتر یہ ہے کہ دو چار دن قبل عیدی ادا کر دیا جائے۔ جیسا کہ اوپر حضرات صحابہ کا معمول بیان کر چکا ہوں۔ اور اگر شروع رمضان میں ادا کر دے بلکہ رمضان آنے سے پہلے بھی ادا کر دے تو جائز ہے۔ علامہ حصکفی نے لکھا ہے کہ: بعض کے نزدیک رمضان داخل ہونے کے بعد کبھی بھی صدقہ فطر دیا جاسکتا ہے، رمضان کے آنے سے پہلے نہیں، لیکن عام متون میں یہی لکھا ہے کہ رمضان سے پہلے بھی دیا جاسکتا ہے، اور یہی مذہب ہے۔ (۲)

(۱) ابوداؤد: ۲۲۷۱، رقم: ۱۶۰۹، ابن ماجہ: ۱۸۲۷، شعب الایمان: ۱۶۲۴، الدر المختار مع الشامی:

۳۶۷۲، البحر الرائق: ۲۵۸۲

لیکن علامہ ابن نجیم نے فتاویٰ ظہیریہ و فتاویٰ قاضی خان کے حوالے سے فتویٰ اس پر نقل کیا ہے کہ رمضان کے داخل ہونے کے بعد کسی وقت دیا جاسکتا ہے، رمضان سے پہلے نہیں۔ (۱)

اگر کسی نے عید سے پہلے صدقہ ادا نہ کیا تو وہ اس سے ساقط نہ ہوگا، بلکہ بعد میں کبھی نہ کبھی اس کو ادا کرنا چاہئے، اگرچہ کہ ایک لمبی مدت کیوں نہ گزر گئی ہو، اس لیے جلد سے جلد ادا کر دے۔ (۲)

صدقہ فطر کن لوگوں پر واجب ہے؟

صدقہ فطر کن لوگوں پر واجب ہے؟ اس بارے میں بعض امور میں فقہاء کا اختلاف ہے، اور اس سلسلہ میں وہ حدیث اصل ہے جو اوپر گزر چکی ہے، جس میں ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے صدقہ فطر ہر آزاد و غلام، مرد و عورت، چھوٹے اور بڑے پر جو مسلمانوں میں سے ہو، ایک صاع جو یا کھجور فرض کیا ہے۔ (۳)

اس حدیث سے معلوم ہوا کہ صدقہ فطر ہر مسلمان پر واجب ہے، خواہ وہ مرد ہو یا عورت، اور خواہ وہ آزاد ہو یا غلام، بچہ ہو یا بڑا، مگر بعض اور دلائل کی وجہ سے فقہاء ان میں سے بعض میں کچھ تفصیل کرتے ہیں۔ اور اسی سے فقہاء میں اختلاف ہوا ہے۔

صدقہ فطر مالدار مسلمان پر واجب ہے

ایک تو اس میں کہ صدقہ فطر صرف مالدار مسلمان پر واجب ہے یا محتاج پر بھی واجب ہے؟ امام شافعی وغیرہ انعمہ ہر اس مسلمان پر اس کو واجب قرار دیتے

(۱) البحر الرائق: ۲۷۵/۲ (۲) ہدایہ: ۱۱۷/۱، المبسوط: ۱۱۰/۳ (۳) بخاری: ۲۰۴۱/۱، مسلم: ۳۱۷۱

ہیں جس کے پاس اپنے اور اپنے اہل و عیال کے لئے عید کے دن کے کھانے پینے کا سامان موجود ہو، اور احناف یہ کہتے ہیں کہ جو صاحب نصاب ہو اور وہ نصاب بھی اس کی ضروریات سے زائد ہو اس پر یہ صدقہ واجب ہے۔

تحفۃ الملوک میں ہے کہ: ”صدقۃ الفطر تجب علی کل حر مسلم مالک نصاباً فاضلاً عن حاجتہ الأصلیة وإن کان غیر نام“ (صدقۃ فطر ہر اس آزاد مسلمان پر واجب ہے جو اپنی حاجت اصلیہ سے زائد نصاب کا مالک ہو، اگرچہ کہ وہ نصاب نامی نہ ہو) (۱)

اور امام قدوری اور امام مرغینانی فرماتے ہیں کہ: ”صدقۃ الفطر واجبة علی الحر المسلم إذا کان مالکاً لمقدار النصاب فاضلاً عن مسکنه وثیابه و أثاثه و فرسه و سلاحه و عبیدہ للخدمة“ (صدقۃ فطر اس آزاد مسلمان پر واجب ہے جو مقدار نصاب کا مالک ہو، جبکہ وہ نصاب اس کے مسکن، کپڑوں، گھریلو سامان، سواری کے گھوڑے اور ہتھیار، اور خدمت کے غلاموں سے زائد از ضرورت ہو) (۲)

اور اس کی دلیل یہ ہے کہ حدیث میں ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ: ”خیر الصدقة ما کان عن ظہر غنی“ (بہترین صدقہ وہ ہے جو ضروریات سے) فاضل و زائد مال سے دیا جائے۔ (۳)

اس حدیث سے معلوم ہوا کہ جس کے پاس اتنا مال ہے کہ اس سے اپنی اور اپنے اہل و عیال کی ضروریات پورا کرنے کے بعد بھی وہ بچا رہتا ہے تو اس پر

(۱) تحفۃ الملوک: ۱۳۱/۱ (۲) بدایۃ المبتدی: ۳۸ (۳) بخاری: ۱۹۲/۱، رقم: ۱۳۶۰، و مسلم: ۳۳۲/۱، رقم: ۱۰۳۴، والنسائی: ۳۵۱/۱، رقم: ۲۵۴۳، احمد: ۴۳۴/۳، صحیح ابن خزیمہ: ۹۷/۴، والحمیدی فی مسندہ:

تو ضروری ہے کہ صدقہ دے اور جس کے پاس بچانہ رہے، وہ خود محتاج ہو تو اس کو صدقہ دینا افضل بھی نہیں، چہ جائیکہ واجب ہو۔

الغرض جو مسلمان غنی و مالدار ہو اس پر صدقہ فطر واجب ہے، اب رہا یہ کہ غنی کس کو کہیں گے؟ تو امام ابوحنیفہؒ کے نزدیک غنی وہ ہے جو صاحب نصاب ہو، یعنی جس کے پاس اتنا مال ہو جس پر زکوٰۃ فرض ہو جاتی ہے، اسی لیے احادیث میں مذکور ہے کہ پانچ اوقیہ سے کم میں زکوٰۃ نہیں۔ ”لیس فیما دون خمس أواق صدقة“ (۱)

اور ایک اوقیہ چالیس درہم کا ہوتا ہے تو پانچ اوقیہ دو سو درہم ہوئے۔ اس سے معلوم ہوا کہ زکوٰۃ کا نصاب دو سو درہم ہے، اس سے کم میں زکوٰۃ نہیں، جب زکوٰۃ کے بارے میں غنی کی یہ حد ہے تو امام ابوحنیفہ صدقہ فطر میں بھی غنی کی یہی حد قرار دیتے ہیں۔

غرض جو صاحب نصاب ہو (یعنی جس کے پاس ضروریات سے زائد ساڑھے سات تولے سونا یا ساڑھے باون تولے چاندی ہو اور آج کے حساب کے مطابق جو ۶۱۲ گرام چاندی یا ۸۷ گرام سونا رکھتا ہو) اس پر صدقہ فطر واجب ہے، اور دیگر ائمہ کرام کے نزدیک صدقہ فطر اس پر بھی واجب ہے جس کے پاس اپنا اور اپنے اہل و عیال کا ایک دن کا کھانا اور عید کی ضروریات موجود ہوں۔

چنانچہ فقہ شافعی کی کتاب ”حلیۃ العلماء“ میں ہے کہ:

”زکاة الفطر واجبة علی کل حرّ مسلم یملك ما یخرجه من صدقة الفطر
فاضلاً عن کفایتہ و کفایۃ من تلزمہ کفایتہ فی لیلة الفطر و یومہ“ (صدقہ فطر ہر
اس آزاد مسلمان پر واجب ہے، جو صدقہ فطر نکالنے کے لئے اتنے مال کا مالک ہو

(۱) بخاری: ۱۹۴۱، رقم: ۱۳۴۰، مسلم: ۹۷۹، نسائی: ۳۴۲۱، رقم: ۲۴۷۶، ابوداؤد: ۲۱۷۱، رقم: ۱۵۵۸،

جو عید الفطر کی رات اور دن کے لئے اپنی اور اپنے ماتحتوں کی کفایت سے زائد ہو (۱) اس لیے اللہ تعالیٰ نے جن لوگوں کو بالکل ہی محتاج نہیں بنا دیا ہے، بلکہ نصاب کے مالک نہ ہونے کے باوجود، اچھا کھاتے پیتے ہیں وہ بھی صدقۃ فطر ادا کر دیں تو بہتر ہے۔

نصاب کے بارے میں ایک وضاحت

اوپر کی تفصیل سے معلوم ہوا کہ زکاة کے نصاب کا مالک ہونا صدقۃ فطر کے وجوب کے لئے بھی شرط ہے، مگر یہاں اس کے متعلق ایک وضاحت ضروری ہے، وہ یہ کہ زکوة کے لئے نصاب پر ایک سال گزرنا بھی شرط ہے لیکن صدقۃ فطر کے لئے نصاب پر ایک سال گزرنا شرط نہیں، بلکہ اگر عید کے دن صبح صادق سے پہلے وہ نصاب کا مالک ہو تو اس پر بھی صدقۃ فطر لازم و واجب ہے، دوسرے یہ کہ زکوة کے نصاب میں یہ شرط بھی ہے کہ وہ نامی یعنی بڑھنے کی صلاحیت رکھتا ہو، جیسے سونا چاندی یا مال تجارت، مگر صدقۃ فطر والے نصاب میں یہ شرط بھی نہیں ہے، لہذا وہ نصاب بڑھنے کی صلاحیت رکھتا ہو یا نہ رکھتا ہو، ہر صورت میں اس پر صدقۃ فطر واجب ہو جائے گا۔ (۲)

نابالغ پر صدقہ کا مسئلہ

مذکورہ حدیث میں بچے پر بھی صدقۃ فطر کو ضروری بتایا ہے، علماء نے اس کا مطلب یہ بیان کیا ہے کہ نابالغ بچے کا ذاتی مال ہو تو اس میں سے اس کا صدقۃ فطر ادا کیا جائے اور اگر اس کا مال نہ ہو تو باپ، اس کا صدقۃ فطر اپنے مال سے ادا کر دے۔

(۱) حلیۃ العلماء: ۱۰۱/۳ (۲) الدر المختار مع الشامی: ۲۶۰/۲، ہدایہ: ۱۱۵/۱، طحاوی علی المراقی: ۴۷۵

علامہ شرنبلالیؒ نے مراقی الفلاح میں لکھا ہے کہ: ”فیخرجها عن نفسه و أولاده الصغار الفقراء وإن كانوا اغنياء يخرجها من مالهم“ (پس باپ اپنی جانب سے اور اپنی فقیر نابالغ اولاد کی جانب سے صدقۃ فطر نکالے، اور اگر اولاد خود مالدار ہو تو ان ہی کے مال سے نکالے) (۱)

علامہ کاسانیؒ کہتے ہیں کہ: ”وأما البلوغ والعقل فليس من شرائط الوجوب في قول أبي حنيفة و أبي يوسف حتى تجب صدقة الفطر على الصبي والمجنون إذا كان لهما مال ويخرجها الولي من مالهما“ (بالغ ہونا اور عقل مند ہونا امام ابو حنیفہ و امام ابو یوسف کے نزدیک شرائط وجوب میں سے نہیں ہیں، لہذا صدقۃ فطر بچے اور مجنون کے اوپر بھی واجب ہوگا اگر ان کے پاس مال ہو، اور اس کو ان کا ولی ان کے مال سے نکالے گا) (۲)

علامہ ابن حجر شرح بخاری میں فرماتے ہیں:

”حدیث (مذکور) سے ظاہر ہوتا ہے کہ یہ (صدقۃ فطر) بچے پر بھی واجب ہے، لیکن اس سے بچہ کے ذمہ دار کو خطاب کیا گیا ہے، لہذا یہ بچے کے مال میں واجب ہوگا؛ ورنہ اس پر واجب ہوگا جس کے ذمہ اس بچہ کا خرچ ہے، یہی جمہور علماء کا قول ہے۔“ (۳)

ہاں بالغ اولاد کا صدقۃ فطر باپ کے ذمہ نہیں، وہ خود مالدار ہے تو اس کا ادا کرنا خود ان کے اوپر واجب ہے اور اگر مالدار نہیں ہیں تو کسی پر بھی ان کا صدقہ واجب نہیں۔ (۴)

تاہم اگر باپ ان کی طرف سے ان کی اجازت کے بغیر ادا کر دے تو قیاس

(۱) مراقی الفلاح: ۲۶۹ (۲) بدائع الصنائع: ۱۹۸/۲ (۳) فتح الباری: ۳/۳۶۹ (۴) مراقی الفلاح: ۲۶۹، وطحطاوی علی المراقی: ۴۵۸/۲

کی رو سے تو ادا نہ ہوگا لیکن استحساناً یہ بھی درست ہے اور اس کی جانب سے یہ ادا ہو جائے گا۔ (۱)

عورت کا صدقہ فطر

اس حدیث میں عورت پر بھی صدقہ فطر کو واجب قرار دیا ہے۔ لہذا عورت اپنے مال سے اپنا صدقہ فطر ادا کرے گی، عورت کا صدقہ فطر شوہر کے ذمہ نہیں ہے، یہی امام ابو حنیفہ و امام ثوری و امام ابن المنذر کا مسلک ہے۔ اور امام شافعی و امام مالک و امام احمد وغیرہ حضرات کے نزدیک عورت کا صدقہ فطر اس کے شوہر کے ذمہ ہے، جس طرح اس کا نفقہ شوہر پر ہے۔ (۲)

امام سرخسی کی ”المبسوط“ میں ہے کہ: ”ولا يؤدي الزوج زكاة الفطر عن زوجته“ (شوہر اپنی بیوی کی جانب سے صدقہ فطر ادا نہیں کرے گا) (۳)
اگر کوئی شوہر بیوی کی اجازت کے ساتھ اس کا صدقہ فطر دیدے تو جائز ہے اور اگر اس کی اجازت کے بغیر اس کا صدقہ فطر ادا کر دے تو بعض علماء نے کہا کہ یہ ادا نہ ہوگا لیکن امام ابو یوسف کی روایت میں استحساناً یہ جائز و درست ہو جائے گا۔
علامہ سرخسی نے لکھا ہے کہ:

”فإن أدى الزوج عن زوجته بأمرها جاز ، وإن أدى عنها بغير أمرها لم يجز في القياس ، كما لو أدى عن أجنبي ، ويجوز استحساناً في رواية عن أبي يوسف ؛ لأن العادة أن الزوج هو الذي يؤدي فکان الأمر منها ثابتاً باعتبار العادة“ (پس اگر شوہر اپنی زوجہ کی طرف سے اس کے حکم سے دیدے تو جائز ہے اور اگر اس کے حکم کے بغیر دیدے تو قیاس میں یہ جائز

(۱) طحاوی: ۴/۵۷۲ (۲) فتح الباری: ۳/۳۶۹ (۳) المبسوط: ۳/۱۰۵

نہیں ہے جیسے اگر کسی اجنبی کی جانب سے دے تو جائز نہیں، اور استحسانا ابو یوسف کی روایت میں یہ جائز ہے؛ کیونکہ عادت یہی ہے کہ شوہر ہی صدقہ ادا کرتا ہے پس زوجہ کی جانب سے حکم باعتبار عادت کے ثابت ہے (۱)

ایک مشہور غلط فہمی کا ازالہ

اکثر عوام میں مشہور ہے کہ صدقہ فطر اس پر واجب ہے جس نے روزہ رکھا ہو اور جس نے روزہ نہیں رکھا اس پر صدقہ فطر نہیں ہے۔ یہ بے اصل اور غلط ہے۔ صحیح یہ ہے کہ یہ صدقہ فطر بھی مستقل ایک عمل و عبادت ہے، خواہ روزہ رکھا ہو یا نہ رکھا ہو، ہر صورت میں صدقہ فطر دینا چاہئے جب کہ مالدار ہو۔

بدائع الصنائع میں ہے کہ: و كذلك وجود الصوم في شهر رمضان ليس بشرط لو جوب الفطرة حتى أن من أفطر لكبر أو مرض أو سفر يلزمه صدقة الفطر لأن الأمر بأدائها مطلق عن هذا الشرط “ (اور اسی طرح رمضان میں روزے کا پایا جانا صدقہ فطر کے واجب ہونے کے لئے لازم نہیں ہے، لہذا جو شخص بڑھاپے یا بیماری یا سفر کی وجہ سے روزہ نہیں رکھا اس پر بھی صدقہ فطر دینا لازم ہے؛ کیونکہ صدقہ فطر ادا کرنے کا حکم اس شرط سے مطلق ہے) (۲)

اسی طرح در مختار و شامی میں بھی ہے کہ اگر کسی نے روزہ نہیں رکھا تو اس پر بھی صدقہ فطر واجب ہے، شامی نے تصریح کی ہے کہ خواہ کسی عذر کی وجہ سے نہ رکھا ہو یا بلا عذر جان بوجھ کر روزہ چھوڑا ہو ہر صورت میں صدقہ فطر واجب ہے۔ (۳)

(۱) المبسوط: ۱۰۵/۳ (۲) بدائع الصنائع: ۷۰/۲ (۳) الدر المختار مع الشامی: ۲۶۱/۲

اس سے معلوم ہوا کہ اگر کسی نے روزہ نہیں رکھا خواہ بڑھاپے کی وجہ سے یا بیماری یا سفر کی وجہ سے یا ویسے ہی غفلت و سستی کی وجہ سے تو اس سے صدقہ فطر ساقط نہیں ہوتا، اس کو خوب ذہن نشین کر لینا چاہئے۔

صدقۃ فطر کی مقدار

صدقۃ فطر میں اگر کھجور، جو، کشمش، اور پیڑ دینا ہو تو ایک صاع دینا چاہئے جیسا کہ اوپر احادیث کے حوالہ سے گزرا ہے اور اگر گیہوں دینا ہو تو احناف کے نزدیک آدھا صاع کافی ہے، اور امام احمد و امام شافعی و امام مالک وغیرہ کے نزدیک گیہوں میں بھی ایک صاع ہی دینا چاہئے۔ (صاع کی تحقیق آگے آرہی ہے) علامہ ابن قدامہ ”المغنی“ میں لکھتے ہیں کہ:

”أن الواجب في صدقة الفطر صاع عن كل إنسان لا يجزئ أقل من ذلك من جميع أجناس المخرج ، و به قال مالك و الشافعي و إسحاق ، و روي ذلك عن أبي سعيد الخدري والحسن و أبي العالية ، و روي عن عثمان بن عفان و ابن الزبير و معاوية : أنه يجزئ نصف صاع من البر خاصة ، و هو مذهب سعيد بن المسيب و عطاء و طاؤس و مجاهد و عمر بن عبد العزيز و عروة بن الزبير و أبي سلمة بن عبد الرحمن و سعيد بن جبیر و أصحاب الرأي“

(صدقۃ فطر میں واجب ہر انسان کی طرف سے ایک صاع ہے، تمام قسم کی اجناس میں سے اس سے کم جائز نہ ہوگا، یہی امام مالک، امام شافعی و امام اسحاق کا قول ہے، اور یہی بات حضرت ابو سعید خدری، حضرت حسن اور حضرت ابو العالیہ

سے مروی ہے، اور حضرت عثمان، حضرت عروہ بن الزبیر اور حضرت معاویہ سے مروی ہے کہ خاص طور پر گیہوں میں آدھا صاع کافی ہے اور یہی سعید بن المسیب، عطاء، طاؤس، مجاہد، عمر بن عبدالعزیز، عروہ بن الزبیر، ابوسلمہ بن عبدالرحمن، سعید بن جبیر اور اصحاب الراۃ کا مذہب ہے۔ (۱)

اس سے معلوم ہوا کہ گیہوں کے بارے میں اختلاف ہے کہ اس کا ایک صاع دینا صدقہ فطر میں ضروری ہے جیسا کہ دیگر اشیاء میں دیا جاتا ہے یا اس میں نصف صاع کافی ہے؟

گیہوں میں آدھا صاع کافی ہونے کے بارے میں متعدد صحابہ سے روایات آئی ہیں۔ چنانچہ اوپر صحابہ کے معمولات میں بھی حضرت اسماء بنت ابی بکرؓ سے روایت نقل کی جا چکی ہے جس میں ہے کہ انھوں نے فرمایا کہ ہم اللہ کے نبی علیہ السلام کے دور میں صدقہ فطر میں دو مہ گیہوں دیا کرتے تھے۔ (۲)

اور حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ انھوں نے فرمایا کہ ہم (صحابہ) حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے زمانہ میں ایک صاع غلہ یا ایک صاع جو یا ایک صاع کشمش دیتے تھے۔ جب گیہوں آئی (یعنی اس کا رواج ہوا اور حضرت معاویہ بھی ان دنوں حج یا عمرہ کے لیے تشریف لائے تو فرمایا کہ میری رائے یہ ہے کہ اس (گیہوں) کا ایک مہ (دیگر چیزوں کے) دو مہ کے برابر ہے۔ (۳)

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ نبی کریم ﷺ نے ایک صاع کھجور یا ایک صاع جو صدقہ فطر میں دینے کا حکم فرمایا، پھر لوگوں نے دو مہ گیہوں

(۱) المغنی: ۳۵۲/۲ (۲) طحاوی: ۲۶۹/۱ (۳) بخاری: ۲۰۴/۱، رقم: ۱۴۳۷، مسلم: ۳۱۸/۱، رقم: ۹۸۵، ابوداؤد: ۲۲۸/۱، رقم: ۱۶۱۶، نسائی: ۳۳۸/۱، رقم: ۲۵۱۳، ترمذی: ۱۴۶/۱، رقم: ۶۷۳، طحاوی: ۲۶۸/۱

کو اس کے برابر قرار دیا۔^(۱)

اور ایک روایت میں حضرت عبداللہ بن عمر ہی سے یہ وارد ہوا ہے کہ لوگ جو اور کھجور اور سُلت (بغیر چھلکے کا جو) صدقہ فطر میں نکالتے تھے، جب حضرت عمر کے دور میں گیہوں کی زیادتی ہوئی تو آپ نے گیہوں کا آدھا صاع مقرر کیا۔^(۲)

مگر اس میں محدثین نے اس کے راوی عبدالعزیز بن رواد پر وہم کا حکم لگایا ہے، ابن حجر نے کہا کہ: حکم مسلم فی کتاب التمییز علی عبد العزیز بن رواد فیہ بالوہم و أوضح الرد علیہ۔^(۳)

ایک صاع چار مُد کا ہوتا ہے، لہذا دو مُد نصف (آدھا) صاع ہوں گے، تو معلوم ہوا کہ گیہوں میں سے آدھا صاع دینا کافی ہے۔

گیہوں میں آدھا صاع کس نے مقرر کیا؟

رہا یہ کہ گیہوں میں دو مُد مقرر کرنے کی رائے کس کی تھی؟ اس میں حضرت ابو سعیدؓ کی روایت سے تو یہ معلوم ہوتا ہے کہ یہ حضرت امیر معاویہ کی رائے تھی، اور ابن عمر کی ایک روایت میں اس کو صحابہ کی رائے کہا گیا ہے جبکہ انہی کی ایک دوسری روایت میں اس کو حضرت عمر کی جانب منسوب کیا ہے، مگر حضرت اسماء کی حدیث سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ یہ خود اللہ کے رسول ﷺ نے مقرر فرمایا تھا؛ کیونکہ حضرت اسماء کے یہ الفاظ ”ہم اللہ کے نبی علیہ السلام کے دور میں صدقہ فطر میں دو مُد گیہوں دیا کرتے تھے“ بتا رہے ہیں کہ یہ حکم خود اللہ کے رسول کا تھا؛ کیونکہ محدثین کے یہاں اس قسم کے الفاظ کو مرفوع حدیث کا درجہ دیا جاتا ہے۔ علامہ ابن حجر نے حضرت ابو سعید کی حدیث جس میں ہے کہ: ”ہم رسول اللہ ﷺ کے عہد میں جو یا

(۱) بخاری: ۲۰۴/۱، رقم: ۱۴۳۶، مسلم: ۱/۳۱۷، رقم: ۹۸۴، ابوداؤد: ۲۲۷۱، احمد: ۵/۲ (۲) ابوداؤد:

۱۶۱۴، دارقطنی: ۱۴۵/۲ (۳) فتح الباری: ۳/۳۷۲

کھجور وغیرہ کا ایک صاع دیتے تھے، اس پر لکھتے ہیں کہ:

”قوله: کنا نعطيها في عهد النبي ﷺ“ هذا حكمه الرفع لإضافته إلى زمنه ﷺ ففيه إشعار باطلاعه ﷺ على ذلك و تقريره له“ (حضرت ابو سعید کا یہ کہنا کہ ہم نبی ﷺ کے زمانے میں دیتے تھے، اس کا حکم حدیث مرفوع کا حکم ہے؛ کیونکہ اس میں رسول اللہ ﷺ کے زمانے کی جانب نسبت ہے، لہذا اس میں اشارہ ہے کہ رسول اللہ ﷺ کو اس کی اطلاع تھی اور آپ نے اس کی تقریر کی) (۱)

الغرض جس طرح حضرت ابو سعید کا یہ جملہ حدیث مرفوع کے حکم میں ہے اسی طرح حضرت اسماء کا یہ جملہ بھی مرفوع کے حکم میں ہے اور اس کی تائید بعض اور روایات سے بھی ہوتی ہے کہ یہ خود اللہ کے رسول ﷺ کا حکم تھا۔

چنانچہ حضرت ثعلبہ بن عبد اللہ بن ابی صعیرؓ نے اپنے والد حضرت عبد اللہ بن صعیرؓ سے روایت کیا ہے کہ انھوں نے فرمایا کہ: ”قام رسول اللہ ﷺ خطيباً، فأمر بصدقة الفطر صاع تمر أو شعير عن كل رأس أو صاع بر أو قمح بين اثنين عن الصغير والكبير والحر والعبد“ (حضرت رسول اللہ ﷺ خطبہ دینے کھڑے ہوئے اور آپ نے ہر فرد کی جانب سے ایک صاع کھجور یا ایک صاع جو دینے کا یا دو افراد کی جانب سے ایک صاع گیہوں دینے کا حکم دیا بچے و بڑے اور آزاد و غلام سب کی طرف سے) (۲)

امام ابوداؤد نے اسی حدیث کو ان الفاظ سے ایک دوسری سند سے بھی روایت کیا ہے اور اس میں ثعلبہ بن صعیر آیا ہے، وہ کہتے ہیں کہ: ”قال رسول الله ﷺ: صاع من بر أو قمح على كل اثنين صغير أو كبير، حر أو عبد، ذكر أو أنثى“ (رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ ہر دو چھوٹے یا بڑے، آزاد یا غلام، عورت یا

(۱) فتح الباری ۳/۳۷۳ (۲) ابوداؤد: ۱۶۲۰

مرد کی جانب سے ایک صاع گیہوں ہے) (۱)

اس کو امام ابو داؤد نے دو طرق سے روایت کیا ہے اور دونوں طریقوں کا مدار امام زہری پر ہے، اور امام زہری کا مقام تو سب کو معلوم ہے۔ مگر امام دارقطنی نے اپنی ”کتاب العلل“ میں اس حدیث کو سند و متن کے لحاظ سے مضطرب قرار دیا ہے۔ (۲)

اور حضرت ابن عباس سے مروی ہے کہ اللہ کے رسول ﷺ نے ہر مرد و عورت اور آزاد و غلام پر ایک صاع جو یا کھجور یا آدھا صاع گیہوں فرض قرار دیا ہے۔ (۳) یہ حدیث بھی سند کے لحاظ سے ضعیف ہے؛ کیونکہ اس میں حضرت ابن عباس سے روایت کرنے والے حضرت حسن بصری ہیں اور ان کی ابن عباس سے ملاقات نہیں ہے۔

اور ترمذی و دارقطنی نے حضرت عمرو بن شعیب عن ابیہ عن جدہ روایت کیا کہ رسول اللہ ﷺ نے مکہ کی گلیوں میں منادی بھیجا کہ یہ اعلان کر دے کہ: ”ألا إن صدقة الفطر واجبة علی کل مسلم ذکر أو أنثی، عبد أو حر، صغیر أو کبیر مدان من قمح أو سواہ صاع من طعام“ (خبردار کہ بے شک صدقۃ فطر ہر مسلمان پر واجب ہے، مرد ہو یا عورت، آزاد ہو یا غلام، چھوٹا ہو یا بڑا، گیہوں میں سے دو مد یا اس کے سوا دوسرے کھانوں سے ایک صاع) (۴)

اس حدیث کو امام ترمذی نے حسن کہا ہے۔ اور حضرت سعید بن المسیبؒ سے مرسل مروی ہے، انھوں نے فرمایا کہ رسول اللہ ﷺ نے صدقۃ فطر گیہوں میں سے دو مد فرض فرمایا ہے۔ (۵)

(۱) ابو داؤد: ۱۶۱۹ (۲) دیکھو کتاب العلل: ۴۰/۷ (۳) نسائی: ۳۴/۱، رقم: ۲۵۰۸، ابو داؤد: ۲۲۹/۱،

رقم: ۱۶۲۳ (۴) ترمذی: ۶۷۴، دارقطنی: ۱۴۱/۲ (۵) طحاوی: ۲۷۰/۱

یہ حدیث مرسل کہلاتی ہے؛ کیوں کہ حضرت سعید بن المسیب تابعی ہیں، انہوں نے صحابی کا واسطہ ذکر نہیں کیا، مگر جمہور محدثین و فقہاء کے نزدیک مرسل حدیث بھی قابل قبول و لائق احتجاج ہوتی ہے۔ اور خصوصاً اس وقت جب کہ دیگر احادیث و آثار صحابہ و تعامل علماء سے وہ مؤید ہو اور یہاں ایسا ہی ہے کہ دیگر احادیث و آثار صحابہ سے اس کی تائید ہو رہی ہے، پھر خصوصیت کے ساتھ حضرت سعید کی مرسل روایات حجت ہیں۔ امام حاکم نے اپنی کتاب معرفۃ علوم الحدیث میں فرمایا کہ ابن معین نے فرمایا ہے کہ تمام مرسل روایات میں سب سے صحیح سعید بن مسیب کی مراسیل ہیں اور فرمایا کہ ائمہ متقدمین نے ان کی مراسیل کو دیکھا تو ان کو صحیح سندوں سے پایا۔ (۱)

الغرض یہ احادیث اگرچہ کہ منفرداً قابل احتجاج نہیں، لیکن ان سب کا مجموعہ قوی ہے، لہذا ان سب کو ملا کر یہ کہا جاسکتا ہے کہ گیہوں میں نصف صاع دینے کا حکم اللہ کے رسول ہی کی جانب سے ہے، اور ان ہی احادیث کی بنیاد پر علماء حنفیہ نے گیہوں میں سے صرف دو من یعنی آدھا صاع کو کافی قرار دیا ہے۔

صاحب حیثیت لوگ توجہ فرمائیں

اگر کسی کو اللہ نے وسعت دی ہو تو بہتر ہے کہ گیہوں کا بھی ایک صاع ہی دیدے، جیسا کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے جب لوگوں پر وسعت دیکھی تو ان سے فرمایا تھا کہ: ”أما إذا وسع الله فأوسعوا، أعطوا صاعاً من بر أو غيره“ (جب اللہ نے وسعت دی ہے تو تم بھی وسعت کرو، لہذا گیہوں اور دوسری چیزوں سے ایک صاع ہی دو) (۲)

(۱) معرفۃ علوم الحدیث: ۳۳ (۲) نسائی: ۲۵۱۵

لہذا صاحب حیثیت لوگوں کو اللہ کی راہ میں خوب خرچ کرتے ہوئے یہ بھی سمجھنا چاہئے کہ اس میں ایک طرف اگر دینے والے کی صلاح و فلاح میں اضافہ، اور آخرت کے لحاظ سے بلندی ہے تو دوسری طرف لینے والے فقراء کا بھی دنیوی اعتبار سے زیادہ فائدہ اور ان کے مسائل کا حل ہے۔

اسی کے ساتھ ایک اور گزارش بھی پیش کرنا مناسب معلوم ہوتا ہے، وہ یہ کہ آجکل کے لحاظ سے گہوں کی قیمت بلحاظ کھجور کے بہت کم ہے، اور جیسا کہ آپ نے پڑھا ہے احادیث میں کھجور دینے کا بھی ذکر ہے، اس لئے اگر اہل ثروت حضرات عید کی خوشی کے موقع پر ذرا سی ہمت کر کے فقراء و مساکین کو ایک صاع کھجور یعنی ساڑھے تین کلو کھجور یا اس کی قیمت دیدیا کریں تو یہ بہت خوب ہوگا، اس سے ایک تو یہ فائدہ ہوگا کہ ایک سنت جاری ہوگی کہ کھجور دینا سنت رسول و سنت صحابہ ہے، دوسرے یہ فائدہ کہ فقراء کا زیادہ بھلا ہوگا۔

صاع کی مقدار کی تحقیق

اب یہ تحقیق کرنا چاہئے کہ صاع کی مقدار کیا ہے؟ اس مسئلہ پر سب سے زیادہ محقق و مفصل رسالہ حضرت مولانا مفتی شفیع صاحبؒ نے ”اوزان شرعیہ“ کے نام سے لکھا ہے جو آپ کے مجموعہ رسائل ”جواہر الفقہ“ میں شامل ہے اور اس کی بڑے بڑے اکابر علماء نے تقریظ کی اور تعریف فرمائی ہے۔

اس رسالہ میں حضرت مفتی صاحبؒ نے بڑی لمبی بحث فرمائی ہے، اس کا خلاصہ یہ ہے کہ صاع کی مقدار مثقال کے حساب سے تین سیر چھ چھٹانک ہے، اور آدھے صاع کی مقدار ڈیڑھ سیر تین چھٹانک ہے، اور درہم کے حساب

سے صاع کی مقدار تین سیر چھ چھٹا تک تین تولہ اور نصف صاع کی مقدار ڈیڑھ سیر تین چھٹا تک ڈیڑھ تولہ ہے، اور بحساب مد صاع کی مقدار ساڑھے تین سیر چھ ماشہ اور نصف صاع کی مقدار پونے دو سیر تین ماشہ ہوتی ہے۔

ان تینوں مقداروں میں تھوڑا تھوڑا فرق ہے، مگر چوں کہ آخری مقدار میں آدھا سیر زیادہ بتایا گیا ہے، اس لیے احتیاط اسی میں ہے کہ صدقہ فطر میں اسی کے لحاظ سے نکالا جائے، یعنی گہوں دینا ہو تو پونے دو سیر تین ماشہ کے حساب سے دینا چاہئے، اسی میں احتیاط ہے اور جو، کھجور وغیرہ دینا ہو تو اس کا دو گنا یعنی ساڑھے تین سیر چھ ماشہ دینا چاہئے۔

صدقہ فطر کی مقدار گرام کے حساب سے

یہ جو عرض کیا گیا سیر کے حساب سے ہے جو پرانا حساب ہے اور آج کل چوں کہ پرانے پیمانوں اور اوزان کا رواج ختم ہو گیا اور اسی لیے ان کا سمجھنا بھی مشکل ہونے لگا ہے، اس لیے ضروری ہے کہ صدقہ فطر کی مقدار گرام کے حساب سے بھی بیان کر دی جائے۔

یہ بات معلوم و مسلم ہے کہ ایک سیر ۹۳۳ گرام ۱۲۰ ملی گرام کے برابر ہوتا ہے اور ایک ماشہ ۹۷۲ ملی گرام کا ہوتا ہے۔ اس حساب سے پونے دو سیر تین ماشہ کو گراموں میں تبدیل کرنے سے گہوں کے حساب سے ایک صدقہ فطر کی صحیح مقدار ”ایک کلو ۶۳۵ گرام ۸۷۲ ملی گرام ہوتی ہے“ اور مزید احتیاط کے لیے بہتر ہے کہ ایک کلو ۵۰ گرام دیدیا جائے یعنی پونے دو کلو گہوں یا اس کی قیمت دیدی جائے۔

اگر کوئی اس سے زیادہ دیدے تو جائز ہے، بلکہ جیسا کہ اوپر عرض کیا گیا بہتر و مستحب ہے، البتہ واجب وہی مقدار ہے جس کا ابھی ذکر کیا گیا۔

یہ مقدار تو گیہوں کی بیان کی گئی ہے اور اگر جو یا کھجور دینا ہو تو اس کا دُگنا (ڈبل) دینا چاہئے، یعنی ساڑھے تین کلو دینا چاہئے، اور ان مذکورہ چیزوں کے علاوہ کوئی اور چیز مثلاً چاول دینا ہو تو یا تو پونے دو کلو گیہوں یا ساڑھے تین کلو جو کی قیمت کے برابر چاول وغیرہ دینا چاہئے۔ (۱)

صدقہ فطر کا مصرف

صدقہ فطر کا مصرف کیا ہے؟ صدقہ فطر ان لوگوں کو دینا چاہئے جن کو زکوٰۃ دی جاتی ہے، چنانچہ فقہاء کرام نے لکھا ہے کہ: صدقة الفطر كالزكاة في المصارف“۔ (۲)

لہذا فقیر، مسکین، وغیرہ جو مصارف زکاۃ ہیں انہی کو صدقہ فطر بھی دینا چاہئے۔ البتہ زکوٰۃ عامل زکوٰۃ کو دینا جائز ہے مگر صدقہ فطر اس کو دینا جائز نہیں۔ (۳) اور ذمی کافر کو صدقہ فطر دینے کے بارے میں اختلاف ہے: بعض علماء نے اجازت دی ہے اور یہی امام ابوحنیفہ و امام محمد کا قول ہے اور امام ابو یوسف کہتے ہیں کہ اس کو زکاۃ و صدقات واجبہ کا دینا جائز نہیں، اور صاحب درمختار نے لکھا ہے کہ فتویٰ اس پر ہے کہ نہ دینا چاہئے مگر علامہ شامی نے ان سے اس میں اختلاف کیا ہے اور کہا کہ یہ امام ابو یوسف کی ایک روایت ہے اور ان کا مشہور قول امام ابوحنیفہ و امام محمد کے موافق ہے، نیز کہا کہ ہدایہ وغیرہ کا کلام یہ بتاتا ہے کہ امام ابوحنیفہ و امام محمد کا قول رائج ہے اور متون بھی اسی پر ہیں۔ (۴)

لیکن یاد رہے کہ یہ اختلاف اس کافر کے متعلق ہے جو اسلامی حکومت کے سایہ میں جزیہ دے کر زندگی گزارتا ہے جس کو اصطلاح میں ”ذمی“ کہتے ہیں اور جو ذمی نہ ہو بلکہ دار الحرب کا کافر ہو اس کو دینا کسی کے نزدیک بھی جائز نہیں۔ (۵)

(۱) امداد الفتاویٰ (۲) الدر المختار مع الشامی: ۳۶۹/۲، البحر الرائق: ۲۵۵/۲ (۳) شامی: ۳۶۹/۲

(۴) درمختار مع شامی: ۳۵۲/۲ (۵) درمختار مع شامی: ۳۵۳/۲

لہذا ہندوستان میں رہنے والے کافروں کو نہ دینا چاہئے، ایک تو اس لیے کہ مسئلہ میں اختلاف ہے، دوسرے اس لیے کہ ہندوستان کے کافر ذمی نہیں ہیں۔ اسی طرح سید کو بھی صدقہ فطر نہ دینا چاہئے؛ کیونکہ یہ صدقات واجبہ زکاۃ کی طرح مال کا میل ہے جو رسول اللہ ﷺ کے خاندان والوں کے لئے جائز نہیں رکھا گیا، البتہ یہ چوں کہ آل رسول ہیں، ان کی مدد و نصرت دوسرے نفلی صدقات بلکہ تحائف و ہدایا کے ذریعہ کرنا بہت بڑے ثواب کی بات ہے۔

چند مسائل

(۱) صدقہ فطر کئی آدمیوں کا ایک فقیر کو دینا بلا کراہت جائز ہے، اور اگر ایک شخص کا صدقہ فطر کئی فقیروں کو تقسیم کر کے دیا جائے تو اس میں اختلاف ہے اور فتویٰ اس پر ہے کہ جائز ہے۔ (۱)

(۲) صدقہ فطر میں قیمت کا دینا سب سے بہتر ہے، علماء نے اسی پر فتویٰ دیا ہے، یہ عام حالات میں ہے لیکن اگر اناج کی قلت و قحط کا دور ہو تو گیہوں وغیرہ اناج دینا افضل ہے۔ (۲)

(۳) افضل یہ ہے کہ ان سات قسم کے لوگوں میں صدقہ کو تقسیم کرے: ایک اپنے محتاج بھائی اور بہن، دوسرے بھائی اور بہنوں کی اولاد، تیسرے اپنے محتاج چچا و تایا، چوتھے اپنے محتاج ماما اور خالہ اور ان کی اولاد، پانچویں پڑوسی، چھٹے اہل محلہ، ساتویں اہل شہر۔ شیخ ابو حفص کبیر نے فرمایا کہ اس شخص کا صدقہ قبول نہیں ہوتا جس کے اہل قرابت محتاج ہوں جب تک کہ وہ انہی اہل قرابت سے ابتداء نہ کرے اور ان کی حاجت کو پورا نہ کرے۔ (۳)

(۱) الدر المختار مع الشامی: ۳۶۷/۲، البحر الرائق: ۲۵۵/۲ (۲) البحر الرائق: ۲۵۴/۲، الدر المختار مع

الشامی: ۳۶۶/۲ (۳) البحر الرائق: ۲۵۵/۲

صدقہ فطر کی قیمت بازار کے حساب سے لگائی جائے

یہاں پر ایک اہم مسئلہ ذکر کرنا ہے، وہ یہ کہ بڑے شہروں اور قصبات میں لوگوں کی سہولت کے لیے کنٹرول ریٹ پر اناج غلہ دیا جاتا ہے اور اس رعایت کا مستحق وہ ہوتا ہے جس نے راشن کارڈ بنالیا ہو۔ عام بازاری قیمت کے لحاظ سے راشن کارڈ پر دیا جانے والا اناج بہت سستا ہوتا ہے۔

سوال یہ ہے کہ جو لوگ کنٹرول ریٹ پر گیہوں کھاتے ہیں وہ صدقہ فطر اگر قیمت کے لحاظ سے دینا چاہیں تو کیا اسی کنٹرول ریٹ کے حساب سے کافی ہوگا؟ اس مسئلہ پر میں نے اپنی کتاب ”رمضان اور جدید مسائل“ کے نئے ایڈیشن میں کلام کیا ہے۔

اس کا خلاصہ یہ ہے کہ کنٹرول ریٹ پر گیہوں خرید کر گیہوں ہی پونے دو کلو دیدے تو درست ہے، لیکن اگر صدقہ فطر قیمت سے دینا ہو تو عام بازاری قیمت کا اعتبار ہوگا، کنٹرول ریٹ کا اعتبار نہیں؛ کیوں کہ فقیر آدمی اگر اس رقم سے پونے دو کلو گیہوں بازار سے خریدنا چاہے تو نہیں خرید سکتا، بلکہ پونے دو کلو سے کم گیہوں آئیں گے، اور ہر آدمی کے پاس راشن کارڈ ہونا ضروری نہیں اس لیے عام بازار کی قیمت دینا چاہئے، تاکہ اگر وہ فقیر آدمی بازار سے پونے دو کلو گیہوں خریدنا چاہے تو اس رقم سے خرید سکے۔

فقط

محمد شعیب اللہ خان

مہتمم جامعہ اسلامیہ مسیح العلوم، بنگلور